OPEN ACCESS
Al-Azvā الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 36, Issue, 56, 2021
www.aladwajournal.com

معاشرتی مثبت رویوں کے فروغ میں فقہی اختلاف کا توسع

ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Extensiveness in Jurisprudential Variousness for the Development of Positive Social Attitudes

Muhammad Abdullah *(corresponding author)*
Assistant Professor, (Post-Doctoral Candidate)
Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan

Asim Naeem
Associate Professor, Institute of Islamic Studies
University of the Punjab, Lahore, Pakistan

Abstract

We are Muslims and obedient to Allah, our Lord, Messenger, religion, and the Kaaba is one. There is no disagreement with which the entire Ummah is unanimous. It also implies that we are an Ummah. As far as the epistemic differences are concerned, the companions of Holy prophet (ﷺ) have existed from time to time, and those differences are merely merits, etc. The researchers justified any issue in the light Quran o Sunnah was based on preferences. This view did not give the second view a wrong interpretation. If there was a need for discussion, he spoke it with the utmost literature and knowledge support. So we should apply this manner free of violence and prejudice. In that manner, we can avoid the Muslim Ummah by partitioning.

KEYWORDS

Social attitude; Islam;Development; Extensiveness; Jurisprudential Variousness

Date of Publication: 31-12-2021

CC BY

اسلام انسانیت کا دین ہے، جہاں احترام انسانیت کا درس دیتا ہے، وہاں محبت، امن اور سلامتی کا سبق بھی دیتا ہے۔ کسی انسان کو رنگ و نسل اور قوم کی بنیاد پر فوقیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ برادریاں اور قبیلے محض آپس کی پہچان کے لیے ہیں جبکہ افضیلت تقویٰ کی بنیاد پر ہے، جیساکہ قرآن کریم میں ہے:

يا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْناكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثى وَجَعَلْناكُمْ شُعُوباً وَقَبائِلَ لِتَعارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ-[1]

"اے انسانوں بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری برادریاں اور قبیلے بنائے تاکہ تمہارا آپس میں تعارف ہو سکے، بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا تم میں سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب علم رکھنے والا اور بہت باخبر ہے۔"

گویا کہ تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں، اور اس مخلوق میں فضیلت کی بنیاد تقویٰ ہے، اور یہ ایسی بنیاد ہے کہ جس کی وجہ سے تمام مومنین کے مابین اخوت کا رشتہ قائم ہے، یہی ملی اتحاد ہے، اس کی ضرورت مسلم ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے، اور تمام انسانوں کے لیے دین اسلام پسند فرمایا، جیساکہ ارشاد خداوندی ہے" وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلامَ دِيناً "[2]، ااور میں نے تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا، وراس دین کی نسبت سے ہمارا نام مسلمان رکھا، جیساکہ فرمایا" هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ [3]"اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

دین واحد

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے وہ سب ایک ہی دین کی تعلیم دینے والے ہیں، جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحاً وَالَّذِي أَوْحَيْنا إِلَيْكَ وَما وَصَّيْنا بِهِ إِبْراهِيمَ وَمُوسى وَعِيسى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ -[4]

"اس اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی راستہ مشروع کیا جس نوح علیہ السلام کو حکم دیا، اور جس کی آپ پر بھی وحی کی، اور جس کا حکم ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو بھی حکم دیا، یہ کہ دین قائم رکھو، اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو، شرک کرنے والوں کو وہ بات بہت بھاری ہے جس کی طرف آپ دعوت دے رہے ہو، اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی لیے منتخب کرلیتا ہے، اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے راستہ دکھاتا ہے۔"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ دین شروع سے ایک ہی رہا، ہر شریعت میں ایک ہی دین کی تبلیغ ہوتی رہی، ہر نبی اسی دین واحد کی طرف دعوت دیتا رہا۔ایک دین پر عمل پیرا ہونے والے افراد ایک ملت کہلاتے ہیں، جیسا کہ دین اسلام کے پیروکار ملت اسلامیہ کے حاملین شمار ہوتے ہیں، جس میں ہر علاقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمان شامل ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی علاقہ یا کسی بھی رنگ و نسل سے ہو۔

اس لحاظ سے دین اسلام ایک ہے،اس بنیاد پر اس امت مسلمہ کا متحد ہونا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جو ناممکن ہو،اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن اور دین اسلام کو تھامے رکھنے اور تفرقہ سے اجتناب کا حکم دیا ہے: جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً -[5]

"اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو،اور تفرقہ میں نہ پڑو،اور اللہ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے،اور اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے۔"

آج مسلمانوں میں افتراق وانتشار کی بنیادی وجہ قرآن سے دوری کا نتیجہ ہے، ہم قرآن کو اس کا وہ حق نہیں دے رہے جس وہ کا حق دار ہے،اگر ہم قرآنی اصولوں کی روشنی میں عمل پیرا ہوں تو اس امت کو زوال سے بچایا جاسکتا ہے، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن جب مالٹا کی جیل سے واپس آئے، تو ایک نصیحت فرمائی:

"میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا ہے کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے، ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا اور دوسرا ان کے آپس کے اختلاف اور خانہ جنگی،اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کردوں گا کہ قرآن کریم کو لفظاً و معناً عام کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔"[6]

مفتی محمد شفیع شیخ الہند کے اس قول خلاصہ اس طرح ذکر کرتے ہیں: ".... حضرت نے جو باتیں فرمائیں ہیں، اصل میں وہ دو نہیں ایک ہی ہے....اس لیے ہمارے اختلاف میں شدت اس وجہ سے ہوئی کہ ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا اس لیے کہ قرآن مرکز تھا اور جب وہ اس مرکز سے دور ہوتے چلے گئے تو ایک دوسرے سے بھی دور ہوتے چلے گئے۔"[7]

واقعی یہ بات حقیقت ہے کہ اگر آج امت مسلمہ قرآن کے ان اصولوں کی پاسداری شروع کردے تو جہاں قرآنی احکامات پر عمل شروع ہو جائے گا وہاں امت میں اتفاق واتحاد پیدا ہو کر اختلافات وانتشار کی فضا ختم ہو جائے گی۔

اختلاف طبعی ایک حقیقت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَما خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُونِ"[8]

"میں نے جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا"

اس کے ساتھ ہی انسانی طبائع میں اختلاف رکھا، اور اس طرح یہ اختلاف طبعی چیز ہے، پھر ہر انسان کی دلچسپیوں کا سامان مختلف ہے، ایک وقت میں اگر کوئی چیز کسی انسان کے لیے دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہے، وہی چیز کسی دوسرے انسان کے لیے کم دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہے، اور یہ ہو سکتا ہے کہ کسی تیسرے شخص کو اس چیز سے بالکل بھی دلچسپی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں اختلاف ختم کرنے پر قادر ہیں، لیکن بے شمار حکمت ومصالح کے پیش نظر ایسا نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں یہ اختلاف مختلف جہات میں پایا جاتا ہے، اور اسی تنوع واختلاف میں انسان کی دلچسپی کے ساتھ ساتھ راحت کا سامان بھی موجود ہے، جہاں تک مذہبی فروعی اختلاف کا تعلق ہے، اس میں بھی انسان کی سہولت اور راحت نظر آتی ہے۔

دینی مسائل میں اختلاف کی نوعیت

امت مسلمہ جس شریعت اسلامیہ پر عمل کرتی ہے، اس میں مسائل دو قسم کے ہیں:

(1) اصولی مسائل (2)فروعی مسائل

(1) اصولی مسائل: یہ وہ مسائل ہیں، جو دین اسلام میں بنیادی مسائل کی حیثیت رکھتے ہیں، جیسا کہ ایمانیات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ، ان مسائل کی مشروعیت میں کوئی اختلاف، سب متفق ہیں کہ یہ ارکان اسلام ہیں، ان کا ثبوت اور ادا کرنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(2) فروعی مسائل: یہ مسائل دو قسم کے ہیں، ایک قسم کے وہ مسائل ہیں، جن میں نصوص متعارض نہیں ہیں، وہ ایک ہی صورت میں منصوص ہیں، لہٰذا ان میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ دوسری قسم وہ ہے کہ جن میں نصوص متعارض ہیں، صرف اس قسم میں اختلاف ہے اور اس میں بھی ہر موقف کے دلائل ہیں۔

فروعی اختلاف کا سبب قرون اولیٰ میں اختلاف

جہاں تک فروعی مسائل میں اختلافات کا تعلق ہے تو وہ قرون اولیٰ سے موجود رہا ہے، وہ فروعی مسائل جن میں نصوص متعارض ہیں، وہ اختلاف صدر اول سے چلا آرہا ہے، یہ اختلاف کوئی حلال و حرام یا سنت و بدعت کے مابین نہیں، بلکہ محض راجح و غیر راجح اور افضل و غیر افضل کے درمیان ہے، اس لیے جو موقف کسی کے نزدیک راجح و افضل ہو وہ اس کو اختیار کر سکتا ہے، اور قرآن و سنت اور تعامل صحابہ کی روشنی میں اپنے موقف کے راجح ہونے کے دلائل پیش کر سکتا ہے، لیکن ایک فریق کا اپنے مسلک و موقف کو قطعی سمجھنا اور دوسرے فریق کے مسلک و موقف کو قطعی باطل و بدعت شمار کرنا ہر گز درست نہیں، کیونکہ اس سے ان اہل علم حضرات کی تنقیص لازم آتی ہے جن کی آراء کو دوسرا فریق ترجیح دے رہا ہے، یہ رویہ عقلی طور پر بھی درست نہیں ہے۔

فقہاء امت کا مسائل میں اختلاف اللہ کی طرف سے اس امت کے لیے ایک عظیم نعمت سے کم نہیں، اکثر ناواقف یا کم علم لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں، جیسا کہ یہی بات امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے:

اعلم ان اختلاف المذاہب فی هذه الملة نعمة كبيرة، وفضيلة عظيمة، وله سر لطيف، ادركه العالمون، وعمى عنه الجاہلون، حتى سمعت بعض الجهال يقول النبى صلى الله عليه وسلم جاء بشرع واحد، فمن اين المذاہب اربعة؟ [9]

جان لو کہ بے شک اس ملت میں مذاہب کا اختلاف ایک بڑی نعمت اور عظیم فضیلت ہے اور اس اختلاف میں ایک لطیف راز ہے جس کو علماء سمجھتے ہیں، اور ناواقف لوگ راز کے سمجھنے سے قاصر ہیں، وہ ناواقف لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شریعت لے کر آئے تو پھر یہ چار مذاہب کہاں سے آگئے؟

ڈاکٹر خالد محمود "عبقات" میں رقمطراز ہیں:

فقہی مذاہب ابتداء میں سات تھے، اور پوری دنیا میں امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام شافعی، امام اسحاق اور امام احمد کے مقلدین کے مکاتب فکر تھے، مرور زمانہ سے یہ سات مذاہب چار میں منحصر ہوگئے، بایں ہمہ ان چار مذاہب میں کبھی حق و باطل کے فاصلے قائم نہ ہوئے، نہ ان کی علیحدہ علیحدہ مسجدیں

بنیں، اختلافِ قراءت اور اختلاف مذاہب سے قرآن وسنت کی شاہراہ کبھی مجروح نہ ہوئی، اور امت اپنے اصولی مسائل میں ایک ہی رہی۔[10]

عبقات میں مولف رقمطراز ہیں:۔۔۔۔۔ہندوستان میں محدثین دہلی کا گھرانہ احناف کا علمی گھرانہ سمجھا جاتا تھا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی(1176ھ م) کے بیٹے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی(1230ھ م) نے وہ دور دیکھاجب انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لیے اس نئی فکر کو راہ دی کہ مسلمانوں کو فروعات میں بھی ایک رستے پر لایا جائے، ظاہر ہے کہ اسی کوشش سے کئی صحابہ واکابر تابعین سے بدظنی بڑھے گی اور مذاہب اربعہ جو امت میں وسعتِ عمل کی راہ سے اپنی اپنی جگہ مقبول عام تھے ان سب کے خلاف بلکہ اسلام کی پہلی تیرہ صدیوں کے خلاف ایک فکری جنگ شروع ہو جائے گی، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایمانیات اور فروعات کے لیے ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے ایک میزان رکھی:

"جو باتیں یقین لانے کی ہیں(اصول دین) ان میں فرق نہ چاہیے اور جو کرنے کی ہیں(فروعِ دین) ان کے طریقے کئی ہوں تو برا نہیں"۔

پہلی بات میں آپ نے اشارہ کر دیا کہ اگر کسی وقت میں کوئی گروہ ختم نبوت میں اختلاف کو قابل قبول بنانا چاہے تو اس کے لیے وسعت پیدا نہ کی جائے، ختم نبوت اصولِ دین میں سے ہے اور اصولِ دین میں فرق روا نہیں رکھا جا سکتا اور دوسری بات میں اشارہ دیا کہ اگر اہل حدیث(باصطلاح جدید) فروعی مسائل میں بھی کوئی اختلاف گوارا نہ کریں اور مسلمانوں کو صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین سے بدگمان کرنے کے لیے ایک فکری جنگ شروع کر دی جائے تو یقیناً مسلمانوں کی فرقہ بندی میں اضافہ ہوگا، یہ وہ راہ حق تھی جس سے مسلمانوں کو اپنے علمی ماضی سے جدا کیا جا سکتا تھا۔[11]

حضرت شاہ صاحب نے ہندوستان میں یہ اعلان کیا تو شیخ عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ نے عرب میں یہ اعلان کیا کہ فروعی مسائل میں اختلافِ امت رحمت ہے نقمت نہیں، حضرت شیخ لکھتے ہیں:

ان الرجل افترىٰ على امورا لم اقلها ولم يات اكثرها على بالى فمنها انى مبطل كتب المذاهب الاربعة۔۔۔وانى اقول ان اختلاف العلماء نقمة وانى اكفر من توسل بالصالحين۔[12]

"اس شخص نے مجھ پر افتراء باندھا ان باتوں میں جو میں نے نہیں کہیں اور ان میں سے بیشتر کی مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں آتی، ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں مذاہب اربعہ کو خلاف حق سمجھتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ علماء کا اختلاف ایک مصیبت ہے اور میں صالحینِ امت سے توسل کرنے والوں کو کافر کہتا ہوں"۔

دین اسلام میں وسعتِ عمل

اسلام میں وسعت عمل صرف انہی حدود میں روا رکھی جائے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اکابر تابعین اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں اختلافی صورت میں سامنے آئے، ان کے بعد کی کوئی وسعت اسلام میں گوارا نہ کی جائے، پہلی تین صدیوں کے بعد کی نئی صورتِ عمل بدعت ہوگی، وسعت نہ ہوگی۔

قطر کے شیخ ابن حجر لکھتے ہیں:

"ہمیں انہی امور کا دائرہ وسیع سمجھنا چاہیے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، چار اماموں اور ابتدائی تین صدیوں کے لوگوں نے وسیع قرار دیا ہے۔"[13]

پھر مزید لکھتے ہیں:

"یہ جاننا ضروری ہے کہ مختلف فقہی مذاہب کے اماموں کا اختلاف لوگوں کے لیے باعث رحمت ہے، ان اماموں کی دلیلیں واضح ہیں، رات میں پڑھی جانے والی نفلی نمازیں کئی طریقہ سے مروی ہیں، یہ بات تہجد گزار لوگوں کی سہولت اور وسعت کے لیے شریعت میں واقع ہوئی ہے، کسی ایک امام کا ان مختلف طرق وکیفیات میں سے کسی خاص طریق "وتر" کا اختیار کرنا اس بناء پر ہے کہ اس کی نظر و اجتہاد میں وہی تعریف زیادہ راجح ہے۔"[14]

ائمہ اربعہ کا اختلاف صحابہ کرام کے اختلاف کی مانند

ائمہ اربعہ نے فروعی اختلافات خود قائم نہیں کئے بلکہ صحابہ کرام سے وراثت میں پائے، مولانا محمد ابراہیم میر لکھتے ہیں:

"صحابہ اور تابعین کے اختلاف میں الحاد بے دینی کجروی اور بد اعتقادی، اتباع ہویٰ، اور بد مذہبی نہ تھی اور اگر حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" کا اعتبار کیا جائے تو اس کی بس یہی صورت ہے جو صحابہ وتابعین میں تھی، اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی اسی پر مبنی ہے"۔[15]

حافظ عبداللہ روپڑی بھی لکھتے ہیں:

"ائمہ اربعہ کا اختلاف قریب قریب صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف کی طرح ہے"۔[16]

علامہ خالد محمود لکھتے ہیں:

"مولانا ثناء اللہ صاحب شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے شاگرد اور مولانا نذیر حسین صاحب حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے شاگرد تھے، اس لیے ان حضرات سے ائمہ دین میں سے کبھی کسی کی گستاخی سننے میں نہیں آئی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے ساتھ مجھے ایک مدت رہنے کا اتفاق ہوا، بزرگوں کے احترام میں ماشاء اللہ اپنی مثال آپ تھے، اکثر فرمایا کرتے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ادب واحترام مجھے باطنی طور پر القاء کیا گیا ہے، غزنوی حضرات بھی ائمہ کی شان میں بہت مؤدب تھے۔"[17]

اختلاف فقہاء اور دین اسلام کا توسع

اختلاف فقہاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں بہت توسع ہے، دیگر مذاہب کی طرح بہت سے عملی مسائل میں تنگ دامانی کی بجائے عمل کے لیے بہت وسیع میدان ہے۔

مولانا زکریا فقہاء کرام کے اس اختلاف کو دینی توسع قرار دیتے ہوئے، علامہ شعرانی کی المیزان سے موید بھی کرتے ہیں، جس کا خلاصہ ذیل میں دیا گیا ہے، اس کے بعد علامہ شعرانی کی عبارت بھی نقل کی گئی ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے حال پر غایت درجہ کرم اور شفقت تھی کہ ان معمولی فروعی مسائل کا ایسا انضباط نہیں فرمایا کہ جس کی وجہ سے امت کو تنگی پیش آئے بلکہ احکام دینیہ کو دو حصوں میں تقسیم فرما دیا، ایک وہ احکام ہیں کہ جن میں غور وخوض وبحث ومباحثہ غیر پسندیدہ قرار دیا، دوسرے وہ احکام ہیں جن میں اختلاف کو رحمت کا سبب قرار دیا، اور امت کی سہولت کے لیے ہر فعل کو خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، باعث اجرو قرار دے دیا، ۔۔۔دوسرے الفاظ میں شریعت نے احکام کو دو طریقوں پر منقسم کر دیا، ایک قطعی جن میں کرنے والوں کے فہم وسمجھ کو دخل نہیں رکھا، جو واضح الفاظ میں بیان فرما دیئے اور ان میں توجیہہ وتاویل کی بھی گنجائش نہیں رکھی، تاویل سے بھی انحراف کرنے والوں کو خاطی اور گمراہ قرار دیا، دوسرے وہ احکام جن میں شریعت نے تنگی نہیں فرمائی، بلکہ اس میں امت کے ضعف پر نظر فرماتے ہوئے امت کی سہولت کو مد نظر رکھا، اور اس میں توجیہہ وتاویل کی وجہ سے عمل نہ کرنے والوں کو خاطی اور بد دین سے تعبیر نہیں فرمایا۔ پہلی قسم کو اعتقادیات سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور دوسری قسم کو جزئیات، فرعیات، شرعیات وغیرہ اسماء سے موسوم کیا جاتا ہے، اس دوسری قسم میں شریعت نے خود ہی تنگی

نہیں فرمائی، اس لیے اس کو تفصیل کے ساتھ ارکان وواجبات وغیرہ خود شارع کی جانب سے ممیز ومفصل ہو جاتے تو یہ بھی نوع اول میں داخل ہو کر امت کے لیے سخت تنگی کا سبب ہو جاتا۔۔۔۔آج ہر امام کے نزدیک مختلف فیہ مسائل ہیں، دوسرے کے مذہب پر شرعی ضرورت کی وجہ سے فتویٰ دینا جائز ہے، لیکن اگر یہ اختلاف نہ ہوتا تو کسی ضرورت سے بھی اجماعی اور متفق علیہ مسائل کو چھوڑنا جائز نہ ہوتا، غرض حقیقت میں اختلاف ائمہ شرعاً مطلوب ہے، جس میں ایک ہی فائدہ نہیں جو مذکور ہوا، اس کے علاوہ بھی بہت سے فوائد پوشیدہ ہیں۔[18]

علامہ شعرانی اپنی کتاب المیزان میں تحریر فرماتے ہیں:

فانک اذا نظرت فیھا بعین الانصاف،تحققت بصحة الاعتقادان سائرالائمة الاربعة ومقلدیھم رضی اللہ عنہم اجمعین علی ہدی من ربھم فی ظاہر الامر وباطنه ،ولم تعترض قط علی من تمسک بمذہب من مذاہبہم،ولا علی من انتقل من مذہب الی منہاالی مذہب،ولا علی من قلد من غیر امامه منہم فی اوقات الضرورات، لاعتقادک یقینا ان مذاہبہم کلھا داخلة فی سیاج الشریعة المطہرة، وان الشریعة المطہرة شریعة سمحاء واسعة شاملة،قابلة لسائر اقوال ائمة الھدیٰ من ہذہ الامة المحمدیة،وان کلا منھم،فیماہوعلیه فی نفسه علی بصیرة من امرہ وعلی صراط مستقیم،وان اختلافہم انماہورحمة بالامة، نشء عن تدبیر العلیم الحکیم،فعلم سبحانه وتعالیٰ ان مصلحة البدن والدین والدنیا عندہ تعالیٰ لھذا العبدالمومن فی کذا،فاوجدہ له لطفا منه بعبادہ المومنین،اذہوالعالم بالاحوال قبل تکوینھا،فالمومن الکامل یومن ظاہراوباطنا ان اللہ تعالیٰ لو لم یعلم ازلا ان الاصلح عندہ تعالیٰ لعبادہ المومنین انقسامھم علی نحو ھذہ المذاہب لمااوجدھا لھم واقرھم علیھا بل کان یحملہم علی امر واحد لایجوز لہم العدول عنه الی غیرہ کماحرم الاختلاف فی اصل الدین بنحو قوله تعالیٰ: شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحاً وَالَّذِی أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُواْ الدِّينَ وَلاَ تَتَفَرَّقُواْ فِيهِ۔[19] ،فافہم ذلک فانه نفیس ،واحذر ان یشتبه علیک الحال فتجعل الاختلاف فی الفروع کالاختلاف فی الاصول ،فتزل بک القدم فی مھواة من التلف۔[20]

"اگر تو انصاف کی نظر سے دیکھے تو یہ حقیقت واضح اور منکشف ہو جائے گی کہ ائمہ اربعہ اور ان کے مقلد سب کے سب طریق ہدایت پر ہیں، اور اس کے بعد کسی امام کے کسی مقلد ہر اعتراض کا خیال نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ امر ذہن نشین ہو جائے گا کہ ائمہ اربعہ کے مسالک شریعت مطہرہ میں داخل

ہیں، اور ان کے مختلف اقوال امت کے لیے رحمت ہو کر نازل ہوئے، حق تعالیٰ شانہ جو علیم و حکیم ہیں ان کی مصلحت اسی امر کو مقتضی تھی، حق سبحانہ تعالیٰ اگر اس کو پسند نہ فرماتے تو اس کو بھی اسی طرح حرام قرار دیتے جس طرح کہ اصل دین میں اختلاف کو ممنوع قرار دیا۔ عزیز من مبادا تجھ پر یہ امر مشتبہ ہو جائے کہ تو ائمہ کے فرعی اختلاف کو اصولی اختلاف کے مشابہ اور اس کے حکم میں سمجھنے لگے جس کی وجہ سے تیرا قدم میدان ہلاکت میں پڑ جائے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے لیے اختلاف فرعی کو رحمت قرار دیا ہے،"اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح (علیہ السلام) کو دیا تھا، اور جسے (اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم الصلاۃ والسلام) کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ" یہ بہت نفیس بات ہے اس کو خوب سمجھ لو، اور اس سے بچو کہ کہیں حقیقت تم پر مشتبہ نہ ہو جائے کہ تم فروعی اختلاف کو اصولی اختلاف بنالو، پھر تمہارے قدم ہلاکت کی طرف جا پڑیں گے۔

ائمہ کے تمام اقوال حقیقت میں علوم نبوت سے ہی ماخوذ ہیں، البتہ ائمہ کے اقوال میں محض اتنا اختلاف ہے کہ کسی حکم شرعی کے متعلق ایک امام نے اصل حکم اور عزیمت کو اختیار کیا، دوسرے نے رخصت کو راجح سمجھا، جیسا کہ ایک مقام پر عبدالوہاب شعرانی رقمطراز ہیں:

فقدعلمت یا اخی انی لا اقول:بتخییر المکلف بین العمل بالرخصة والعزیمة مع القدرة علی فعل العزیمة المتعینة علیه ،معاذ الله ان اقول بذلک فانه کالتلاعب بالدین کما مرفی المیزان،انما تکون الرخصة للعاجز عن فعل العزیمة المذکورة قطعا،لانه حینئذ تصیر الرخصة المذکورة فی حقه عزیمة۔[21]

اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ائمہ کے اقوال میں تخییر کا قائل ہوں کہ عزیمت پر عمل کرنے کی قدرت متعینہ کے باوجود جس شخص کا دل چاہے اصل عزیمت پر عمل کرلے اور جس کا دل چاہے رخصت کو اختیار کرلے جیسا کہ بعض طلباء کو میرے کلام سے دھوکہ ہو گیا، ایسی بات سے اللہ محفوظ رکھے، ایسا ہرگز نہیں، اس طرح تو یہ دین کو کھلونا بنانا ہے جیسا کہ میزان میں ذکر کیا ہے، بلکہ

رخصت تو اس شخص کے لیے ہوتی ہے جو مذکورہ عزیمت پر عمل سے قطعی طور پر عاجز آچکا ہو، اور اس وقت وہ رخصت اس شخص کے لیے عزیمت کے حکم میں ہی ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی تطبیق کا اسلوب

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حنفیہ اور شافعیہ کے مختلف فیہ مسائل میں بہترین انداز میں تطبیق کا اسلوب اختیار کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے، جیسا کہ رقمطراز ہیں:

ان الحق الموافق لعلوم الملاء الاعلیٰ الیوم کمذہب واحد یعرضان علی الکتب المدونة فی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفریقین،فما کان موافقابھایبقی ومالم یوجدله اصل یسقط والثابت منھا بعد النقد، ان توافق بعضه بعضا فذلک الذی یعض علیه النواجذ وان یخالف تجعل المسئلة علی القولین ویصح الحمل علیھما ،اویکون من قبیل اختلاف احرف القرآن، اوعلی الرخصة والعزیمة،او یکونان طریقین للخروج من المضیق کتعدد الکفارات اویکون اخذا بالمباحین المستوین،لایعدو الامر ہذه الوجود ان شاء اللہ تعالیٰ۔[22]

"ملاء اعلیٰ کے علوم کے موافق حق یہ ہے کہ دونوں مذاہب (حنفیہ، شافعیہ) کو ایک مذہب کی طرح کر دیا جائے اس طور پر کہ دونوں مذاہب کے فقہی مسائل کو ان ہی کی تدوین کردہ کتب حدیث پر پیش کیا جائے، جو مسئلہ حدیث کے موافق ہو اسے باقی رکھا جائے اور جو حدیث کے مخالف ہو اسے ساقط کر دیا جائے، اور جس مسئلہ میں اختلاف ہو اسے مسئلہ علی القولین قرار دیا جائے، اور دونوں پر عمل صحیح قرار پائے، یا ہر دو قول کو اس طرح سمجھا جائے جیسے قرآن میں بعض الفاظ کی قراءت دو قول ہیں یا ایک قول کو رخصت اور دوسرے قول کو عزیمت پر محمول کیا جائے یا یہ سمجھا جائے کہ کفارہ کے طریقوں کی طرح ایک عمل کی ادائیگی کے دو طریقے یا دونوں کو برابر درجہ کا مباح سمجھا جائے اور کوئی بھی مسئلہ ان مذکورہ بالا وجوہات سے ان شاءاللہ تعالیٰ باہر نہیں ہوگا۔"

اسی طرح فقہی اور اجتہادی فروعی مسائل کے مابین تطبیق کے بارے تحریر کرتے ہیں:

ونحن ناخذ من الفروع مااتفق علیه العلماء ولاسیماھاتان الفرقتان العظیمتان:الحنفیة والشافعیةو خصوصا فی الطہارة والصلوٰة،فان لم یتیسرالاتفاق واختلفوا فناخذ بمایشہدله ظاہرالحدیث ومعروفه ونحن لانزدری احدا من العلماء فالکل طالبوا الحق ولانعقد العصمة فی احد غیر النبی صلی اللہ علیه وسلم۔[23]

"ہم فروعات میں اسے اختیار کرتے ہیں جس پر علماء بالخصوص دو بڑے گروہ: حنفیہ اور شافعیہ کا اتفاق ہو، خاص طور پر طہارت و نماز میں، اگر اتفاق میسر نہ آئے تو ہم اسے اختیار کرتے ہیں جس کے حق میں ظاہر و معروف حدیث ہو ہم کسی بھی عالم کی تحقیر نہیں کرتے، سب کے سب حق کے طالب ہیں اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے معصوم ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے۔"

فروعی اختلافات کی ترجیحی بنیاد

فروعی اختلافات عام طور پر افضیلت و غیر افضیلت میں ہوتا ہے، جیسا کہ مولانا مناظر احسن گیلانی امام ابو بکر جصاص کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

خبر احاد ہونا ان کا، یہی دلیل اس بات کی ہے کہ :واما مالیس بفرض فہم مخیرون فی ان یفعلوا ما شاوا منه وانما الخلاف بین الفقہاءفیه فی الافضل منه۔ [24]"مسلمانوں کو ان امور کے متعلق اختیار ہے کہ جو چاہیں کریں (یعنی ترک و فعل کا اختیار ہے) فقہاء میں ان کے متعلق اختلاف جو کچھ ہے وہ افضیلت میں ہے یعنی کرنا افضل ہے یا نہ کرنا۔"[25]

مولانا مناظر حسن گیلانی ان روایات کے بارے میں کہ جن میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، امام ابو بکر جصاص کے حوالہ سے ان کا محمل ذکر کرتے ہیں:

انما الخلاف بین الفقہاءفی الافضل منہا۔ "فقہاء کا اختلاف ان امور میں صرف اس حد تک ہے کہ افضل اور بہتر کیا ہے۔" علامہ نے اس کے بعد لکھا ہے:فلذلک جاز ورود بعض الاخبار فیه من طریق الاحاد۔ " ان امور کی اسی خصوصیت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ بعض خبروں کا بطریق احاد وارد ہونا جائز ہوا۔" کیونکہ بالفاظ جصاص:لیس علی النبی صلی اﷲعلیه وسلم توقیفہم علی الافضل مما خیرہم فیه۔ " جن چیزوں میں مسلمانوں کو اس قسم کا اختیار دیا گیا ہو، ان میں افضل اور بہتر کیا ہے؟" ان سے الکافة (یعنی عامة الناس) کو مطلع کرنا پیغمبر کے لیے ضروری نہیں ہے۔"[26]

حاصل یہ ہوا کہ وہ اختلاف فقہاء محض افضیلت و راجحیت کا معاملہ ہے۔

تفرُّق و افتراق مذموم شرعی

" تفرق اور افتراق یعنی مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا، یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ شریعت نے اس کی مذمت کی ہے۔ خنزیر کا گوشت جتنا حرام ہے، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا اس سے بڑا جرم ہے۔ خالص انگور کی شراب پینا جتنا بڑا گناہ ہے، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا اس سے بڑا گناہ ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ بعض انتہائی مجبور کن حالات میں شریعت نے ایک

حد تک خنزیر کا گوشت کھانے اور شراب پینے کی اجازت دی دے (مثلاً ایک شخص کی بھوک یا پیاس کی وجہ سے جان جا رہی ہے اور کوئی حلال چیز میسر نہیں تو اتنا خنزیر کا گوشت کھا لینا یا اتنی شراب پی لینا کہ جس سے جان بچ جائے، اس کی اجازت دے دی) لیکن مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی اجازت کسی حالت میں نہیں دی۔ جتنا ہم نے قرآن وسنت میں غور کیا اور جتنا ہمارے بزرگوں نے ہمیں سکھایا، ہمیں یہی نظر آیا کہ "تفرّق" اور "افتراق" یعنی فرقہ بندی کے جواز کی کوئی صورت جائز نہیں۔ [27]

افتراق کی قرآن وسنت نے مذمت کی ہے، ایک طبقہ اس کو بنیاد بنا کر مذہبی فروعی اختلاف کو مذموم ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے پیش نظر کوئی بھی محرکات ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ [28]

"اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جن کے پاس واضح دلائل پہنچ جانے کے بعد انہوں نے تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا، اور ان لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

خواہ لوگوں کو دین پر عمل پیرا ہونے سے برگشتہ کرنا یا اپنا علمی تفوق دوسروں پر طاری کرنا وغیرہ۔

اختلافِ رائے فطری امر

اتحاد امت اور اختلاف رائے ایک فطری چیز ہے، اور فکر و نظر میں اختلاف کے باوجود اتحاد امت ایک مومن کی زندگی کا نصب العین ہونا چاہیے، اور فریق ثانی کی رائے کا احترام بھی مد نظر رہنا چاہیے، مولانا خالد سیف اللہ رقمطراز ہیں:

"ہمارا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ ہم دین کے مفاد کو مسلک کے مفاد پر مقدم رکھیں، اختلافی مسائل میں ہم جس رائے کو درست سمجھتے ہیں اس پر قائم رہیں، لیکن دوسری آراء کے بارے میں مناظرانہ رنگ اختیار کرنے کی بجائے ہمارا لب ولہجہ نرم ہو، نصح و خیر خواہی کا ہو، اعتدال وانصاف پر مبنی ہو، بے احترامی و بے توقیری نہ ہو، اور کسی کی نیت پر حملہ نہ ہو، جیسے ہم یہ اپنا حق سمجھتے ہیں کہ جو نقطہ نظر ہمارے خیال میں بہتر ہے ہمیں اس پر عمل کرنے کا حق ہے یا ہم جس شخصیت کی رائے کو زیادہ قابل قبول سمجھتے ہیں، ان کی رائے پر عمل کریں، اسی طرح دوسرے کی آراء کی اہمیت کو بھی تسلیم کیا جائے، اور ان کو بھی اس کا حق دیا جائے، اس طرح ہم اختلاف کی شدت کو کم کر سکتے ہیں اور اسلامی اخوت کے جذبے کو پروان چڑھا سکتے ہیں"۔ [29]

فقہاء کرام کا الفت واحترام کا رویہ

امت مسلمہ کے اہل علم کا یہ رویہ رہا ہے کہ وہ باوجود علمی اختلاف کے آپس میں بہت فراخ دلی اور وسعت نظری اور وسعت قلبی کا مظہر تھے،ائمہ اربعہ اور ان کے معاصرین کو دیکھا جائے تو یہ امر بالکل واضح معلوم ہوتا ہے،جیسا کہ امام شافعی کے حالات میں امام شعرانی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ جب امام شافعی بغداد تشریف لے گئے،تو جب امام ابو حنیفہ کی قبر کے پاس جانا ہوا،تو صاحب قبر کے احترام میں اپنی رائے کے برخلاف نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھی،کیونکہ صاحب قبر (امام ابو حنیفہ) فجر کی نماز میں قنوت کے قائل نہیں ہیں[30]۔اسی طرح امام شافعی امام محمد سے استفادہ کرتے رہے [31]۔

اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان ائمہ کا علمی و عملی مقام و مرتبہ کتنا بلند تھا،اس کے باوجود ان میں کس قدر وسعت قلبی اور فراخ دلی تھی،آپ میں کس قدر محبت والفت کے جذبات تھے۔

عصر حاضر کے چند اہم مختلف مسالک کے اہل علم میں باہمی الفت و محبت

علماء دیوبند اور علماء بریلی میں باہمی شکر گزاری کا رویہ تاریخ کا ایک حصہ رہا ہے،دونوں مکتبہ فکر کے اہل علم سنجیدہ لوگ ایک دوسرے کی عزت واحترام ملحوظ رکھتے تھے،جیسا کہ "تذکار بگویہ" میں ایک واقعہ مذکور ہے:

ایک مرتبہ 31 اکتوبر 1926ء میں خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی اجمیر شریف تشریف لے جاتے ہوئے دار العلوم دیوبند تشریف آوری ہوتی ہے،وہاں دار العلوم میں ان کا خیر مقدم کیا گیا،اوران کے اعزاز میں ایک جلسہ استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا،جس میں خواجہ ضیاء الدین کی طرف سے مولانا ظہور احمد بگوی نے خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی طرف سے شکریہ ادا کیا اور فرمایا:"ہم بھی اپنی جگہ حنفی ہیں لیکن اصلی حنفیت ہم نے یہاں آکر دیکھی ہے"۔[32]

اسی طرح ایک اہم واقعہ ہے کہ مولانا خواجہ قمرالدین سیالوی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حوالے سے ذکر فرماتے ہیں:

> "میں نے تحذیر الناس[33] کو دیکھا،میں مولانا محمد قاسم صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں،مجھے فخر ہے کہ میری سند حدیث میں ان کا نام موجود ہے،خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں تک مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی،قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا۔
> فقیر قمرالدین سیال شریف۔"[34]

اسی طرح علماء دیوبند اور علماء اہل حدیث میں بھی دونوں مکتبہ فکر کے اہل علم سنجیدہ لوگ ایک دوسرے کی عزت واحترام ملحوظ رکھتے تھے،جیسا کہ مولانا محمد حسن رحمہ اللہ اور مولانا محمد داود غزنوی کا واقعہ منقول ہے کہ:

جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی مولانا محمد حسنؒ اور مولانا محمد داؤد غزنوی کے درمیان بہت اچھے مراسم تھے،ایک مرتبہ مولانا محمد حسن نے مولانا محمد داؤد غزنویؒ کو مسجد حسن، جامعہ اشرفیہ میں کسی نماز کے وقت مدعو کیا، مولانا حسنؒ نے اپنے معتقدین کو تلقین کی کہ جب مولانا داؤد غزنوی اور ان کے معتقدین ورفقاء ساتھ آئیں تو نماز میں وہ چونکہ آمین بالجہر کے قائل ہیں اس لیے تم بھی آمین بلند آواز سے کہہ لینا،اور دوسری طرف مولانا داؤد غزنوی نے اپنے رفقاء کو اس کے برعکس تلقین کی،جب مہمان نماز کے وقت تشریف لائے ،اور نماز میں آمین بالجہر کی ترتیب عجیب دیکھی تو حیران رہ گئے۔یہ اہل علم کی آپس میں محبت وایثار تھا، کہ جس کی وجہ سے باوجود مسلکی اختلاف کے آپس میں کس طرح شیر وشکر رہتے تھے۔[35]

ترجیحات حفاظت دین

ہماری ترجیحات کیا ہونی چاہیں،امت مسلمہ کو کن باتوں کی ضرورت ہے ،اور ہمارے رویے کیا ہیں؟اس کی تعیین کیسے ہو کہ امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے ہماری ترجیحات کا تعین کیسے ہو، کہ جس سے امت مسلمہ میں سے افتراق وانتشار کا خاتمہ ہو اور اتحاد امت کی فضا عام ہو،اس حوالے سے مفتی محمد شفیع صاحب نے مولانا انور شاہ کاشمیری کے حوالے سے ان کا ایک اقتباس نقل کیا ہے جس میں انہوں نے ہمارے معاشرے کی عکاسی کی ہے، کہ ہمارا عمومی رجحان ایک دوسرے پر اپنے قول وفعل کو ترجیح دینے پر رہتا ہے،دوسرے کو شکست دینے کی سعی لاحاصل جاری رہتی ہے،حالانکہ جن امور کی تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے ان پر کوشش ہونی چاہیے،جیسا کہ رقمطراز ہیں:

"کہ ہم نے (دیگر مسائل میں وقت ضائع کرتے ہیں، جن کے بارے آخرت میں کوئی سوال نہیں ہو گا بلکہ) جو تصحیح اسلام کی دعوت تھی،جو سب کے نزدیک مجمع علیہ اور وہ مسائل جو سب کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا، وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج اس کی دعوت تو نہیں دی جارہی، یہ ضروریات دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں،اور اپنے واغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں، اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگنا چاہیے تھا وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے،الحاد آرہا ہے، شرک وبدعت پرستی چلی آرہی ہے، حلال وحرام کا امتیاز اٹھ رہا ہے، لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی وفروعی بحثوں میں ۔"[36]

خلاصہ بحث

اسلام انسانیت کا دین ہے، احترام انسانیت کا درس دیتا ہے، انسانیت کے آداب سکھاتا ہے، یہ برادریاں اور قبیلے محض آپس کی پہچان کے لیے ہیں جبکہ افضیلت تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ ہم مسلمان ہیں، اللہ کے فرمانبردار ہیں، ہمارا رب، رسول، دین، اور کعبہ سب ایک ہیں، اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہم ایک امت ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں کہ جو بحیثیت امت ہونے کے یکساں ہوتی ہیں، یہ وہ اصول ہیں، جن میں کوئی اختلاف نہیں جس پر ساری امت مسلمہ متفق ہے، جہاں تک فروعی اختلافات کا تعلق ہے، وہ صحابہ کرام وتابعین عظام کے دور سے موجود ہے، اور وہ اختلاف کوئی حلال وحرام یا جائز وناجائز کا نہیں بلکہ محض افضیلت وغیر افضیلت کا ہے، جس مجتہد کے نزدیک جو قول اس کے علم کی روشنی میں راجح معلوم ہوا اس نے اسی کو ترجیح دی، لیکن دوسرے قول کو باطل قرار نہیں دیا، بلکہ اگر بحث کی ضرورت پیش آئی تو انتہائی ادب واحترام سے اور علمی متانت کے ساتھ اس پر کلام کیا، ہم بھی ان فروعی اختلافات کو اپنی ذاتیات کا مسئلہ بنا کر آپس میں نبرد آزما ہونے کی بجائے علمی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ان کو بہتر طریقہ سے اپنی زندگی میں لائیں، جس سے امت مسلمہ میں تفرقہ بندی کی بنیاد پر پیدا ہونے والا تشدد اور تعصب اور فساد ختم ہو جائے، حاصل یہ کہ اگر ہم اختلاف فقہاء کو امت مسلمہ کی عملی ضرورت کی روشنی میں دیکھیں تو اچھی اور مثبت فکر پیدا ہو گی، جس سے معاشرہ میں مثبت اثرات فروغ پائیں گے، اور اختلاف فقہاء کو بنیاد بنا کر امت میں تفرقہ کی فضا پیدا نہیں ہو گی۔

حواشی وحوالہ جات

1 الحجرات، 49:13۔

Al-Ḥujurāt, 49:13

2 المائدۃ، 3:3۔

Al-Mā'idah, 3:3

3 الحج، 22:78۔

Al-Ḥajj, 22:78

4 الشوریٰ، 42-13

Al-Shūrā, 42:13

5 آل عمران، 3:103۔

Āl-'Imrān, 3:103

6 شفیع، محمد، مفتی، وحدت امت، طارق اکیڈمی، فیصل آباد، 2004ء۔ ص 57۔

Shafī', Muḥammad, Muftī, Waḥdat Ummat, Tariq Academy, Faisalabad, 2004AD, pg. 57

7 ایضاً، ص 58۔

Ibid, pg. 58

8 الذاریات56:51۔

Al-Zāriyāt, 51:56

9 السیوطی، عبدالرحمٰن ، جلال الدین(911م ھ)، جزیل المواھب فی اختلاف المذاہب، تحقیق: عبدالقیوم بن محمد شفیع البستوی، دارالاعتصام، ط1404ھ، 25۔

10 خالد محمود، علامہ، ڈاکٹر، عبقات، دارالمعارف، لاہور، 203/2۔

Al-Suyūṭī, Abdul Rehman, Jalāl al-Dīn (911H), Jazīl al-Mawāhib fi Ikhtilāf al-Madhāhib, Taḥqīq: Abdul Qayum ibn Muḥammad Shafī' al-Bastawī, Dār al-I'tiṣām, 1404H, pg. 25

11 عبقات، 204/2۔

'Ubqāt, 2/204

12 مولفات الشیخ، 64/11، بحوالہ عبقات204/2۔

Mu'allafāt al-Shaykh, 11/64, Ba Ḥawāla 'Ubqāt, 2/204

13 تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین، ص56 بحوالہ عبقات205/2۔

Taḥzīr al-Muslimīn 'An al-Ibtidā' wa al-Bad' fi al-Dīn, pg. 56 Ba Ḥawāla 'Ubqāt, 2/205

14 ایضاً۔

ibid

15 تاریخ اہل حدیث، ص73 بحوالہ عبقات، 205/2۔

Tārīkh ahl al-Ḥadīth, pg. 73, Ba Ḥawāla 'Ubqāt, 2/205

16 فتاویٰ اہل حدیث، ص72۔

Fatāwa ahl al-Ḥadīth

17 عبقات، 206/2۔

Ba Ḥawāla 'Ubqāt, 2/206

18 زکریا، محمد، مولانا، شیخ الحدیث، اختلاف الائمہ، مکتبۃ الشیخ، کراچی، ط۔س۔ن۔ ص33۔۔38۔

Zakriyya, Muḥammad, Mawlānā, Shaykh al-Ḥadīth, Ikhtilāf al-A'immah, Maktabah al-Shaykh, Karachi, pg. 33-38

19 الشوریٰ، 13/24۔

Al-Shūrā, 24:13

20 الشعرانی، عبدالوہاب، کتاب المیزان، تحقیق: الدکتور عبدالرحمٰن عمیرہ، عالم الکتب، بیروت، ط 1409ھ، 1989ء۔ 74/1۔

Al-Sha'rānī, Abdul Wahhāb, kitāb al-Mīzān, Taḥqīq: Dr. Abdul Rehman 'Umayrah, Ālim al-Kutub, Beirūt, 1409H, 1989AD, 1/74

21 ایضاً، 1/83۔

Ibid, 1/83

22 شاہ ولی اللہ، التفہیمات الالہیۃ، مدینہ برقی پریس، بجنور، ڈھابیل، مجلس علمی، 1936ء۔ 2/202۔

Shāh Walī-Ullah, al-Tafhīmāt al-Ahiyyah, Madinah Barqī Press Bijnor, Majlis ‘Ilmī, 1936AD, 2/202

23 ایضاً۔

ibid

24 الجصاص، ابو بکر، احمد بن علی، احکام القرآن، تحقیق: محمد الصادق قمحاوی، دار احیاء التراث العربی، موسسۃ التاریخ العربی، بیروت، لبنان، 1412ھ، 1992ء، 1/253۔

Al-Jaṣṣāṣ, AbuBakr, Aḥmad ibn Ali, Aḥkām al-Qur’ān, Taḥqīq: Muḥammad al-Ṣādiq Qamḥāwī, Dar Iḥyā al-Turāth al-Arabi, Mu’assisah al-Tārīkh al-Arabi, Beirūt, Lebnon, 1412H, 1992AD, 1/253

25 گیلانی، مناظر احسن، سید، مولانا، مقدمہ تدوین فقہ، شمع بک ایجنسی، لاہور، ط، س۔ن۔ 101۔

Gaylāniī, Manāzir Aḥsan, Muqaddimah Tadwīn Fiqh, Shama’ Book agency, pg. 101

26 احکام القرآن للجصاص، 253۔ ملخص: گیلانی، مناظر احسن، سید، مولانا، مقدمہ تدوین فقہ۔ 98---101۔

Aḥkam al-Qur’ān li al-Jaṣṣāṣ, 253; Summary Muqaddimah Tadwīn Fiqh, 98-101

27 ایضاً، ص25۔

Ibid, pg. 25

28 آل عمران، 3-105۔

Āl-‘Imrān, 3:105

29 رحمانی، سیف اللہ، مولانا، علماء و قائدین کے لیے اعتدال کی ضرورت، ص23 بحوالہ جدید فقہی مباحث، از مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، دار الاشاعت، کراچی، 2017۔

Reḥmānī, Sayf-Ullah, ‘Ulemā’ awr Qā’idīn kay liye I’tidāl ki Zarūrat, pg. 23 Ba Ḥawāla Jadīd Fiqhī Mabāḥith, Mawlānā Mujāhid al-Islam Qāsmī, Dār al-Ishā’at, Karachi, 2017

30 الشعرانی، عبد الوہاب، کتاب المیزان، 1/215۔

Al-Sha’rānī, Abdul Wahhāb, Kitāb al-Mīzān, 1/215

31 عسقلانی، احمد بن علی، ابن حجر، توالی التاسیس لمعالی محمد بن ادریس الشافعی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1406۔ ص76۔

Asqalānī, Aḥmad ibn Ali ibn Hajar, Tawālī al-Ta’sīs li Ma’āli Muḥammad ibn Idrīs al-Shāfa’i, Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, Beirūt, 1406H, pg. 76

32 بگوی، انوار احمد، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد، مجلس مرکزیہ حزب الانصار، بھیرہ، 2007ء، 430/1

Bagwī, Anwār Aḥmad, Tazkār Bagwiyyah, Dr. Ṣāḥibzādah Anwār Aḥmad, Markaz Ḥizb al-Anṣār, Bhera, 2007AD, 1/430

33 یہ کتاب "تحذیر الناس" مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے ختم نبوت کے معنی ومفہوم کے بیان پر جامع کتاب تحریر فرمائی۔

34 رتوکالوی، کامل الدین، مولانا، "ڈھول کی آواز" ثنائی پریس، سرگودھا، ط۔س۔ن۔ص116۔117۔

Ratukālwī, Kāmil al-Dīn, Dhol kī Āwāz, Thanā'i Press, Sargodha, pg. 116,117

35 انٹرویواز مفتی عبدالقدوس ترمذی، جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا۔

36 وحدت امت، مفتی محمد شفیع، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 1997۔ص14۔15۔

Waḥdat-e-Ummat, Muftī Muḥammad Shafī', Markaz Anjuman Khuddām al-Qur'ān, 1997AD, pg. 14,15